حافظ محمد عرفان الحق اظہار حقانی
مدرس دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

حضرت مولانا سمیع الحق اور ڈاکٹر مولانا شیر علی شاہ کا سفر ایران

امام مسلمؒ کے دیس خراسان (ایران) میں چند روز

(قسط۔۴)

عظیم محدث امام مسلمؒ:

نیشاپور شہر سے آگہی طالب علمی کے زمانہ میں امام مسلمؒ کے حوالے سے ہوئی۔ آج جب بچشم خود اس عظیم محدث کے دیس کا نظارہ نصیب ہوا تو اب ان کے مرقد پر حاضری کی تمنا دل میں مچل رہی تھی۔ افسوس کہ یہ تمنا اس دیس میں پہنچ کر بھی دل ہی میں رہ گئی اور وہ یوں کہ ہمارے میزبان فاضلی صاحب نے کہا کہ امام مسلمؒ کا مزار متعین اور مشخص طور پر نامعلوم ہے۔ چار و نا چار شیخ فریدالدین عطارؒ کے مزار کے احاطے ہی میں امام مسلمؒ کے حق میں فاتحہ پڑھی۔

پیدائش، تعلیم اور اساتذہ:

روئے زمین پر کتاب اللہ اور صحیح بخاری شریف کے بعد تیسرے نمبر پر سب سے مستند اور صحیح کتاب صحیح مسلم شریف کا مقام و مرتبہ کسی سے مخفی نہیں۔ اس کے مصنف مسلم ابن حجاج ابن مسلم ابن ورد ابن کوشاد جو وطن کے اعتبار سے نیشاپور کا رہنے والا اور صلبا عربی النسل تھے۔ آپؒ کی ولادت علی الاختلاف سن ۲۰۲ھ یا ۲۰۴ھ اور یا ۲۰۶ھ میں ہوئی۔ ابن اثیر نے مقدمہ جامع الاصول میں آخری قول کو ترجیح دی۔ اگرچہ مشہور ۲۰۴ھ ہے لیکن امام حاکمؒ نے امام مسلمؒ کا سن وفات ۲۰۶ھ درج کرنے کے بعد لکھا ہے کہ ان کی عمر ۵۵ برس تھی اس حساب سے آپ کی ولادت ۲۰۶ھ ثابت ہوتی ہے۔ ابتدائی علوم و فنون کی تحصیل آپؒ نے نیشاپور ہی میں کی۔ پھر احادیث نبویہ کی تحصیل کی جانب متوجہ ہوئے۔ محمد ابن یحییٰ ذھلیؒ اور یحییٰ ابن یحییٰ نیشاپوریؒ سے اس سلسلے میں استفادہ کیا۔ آپؒ نے اپنے دور کے بڑے بڑے علمی مراکز حجاز، شام، مصر، عراق کے اسفار کیے۔ سب سے پہلے ۲۱۸ھ میں بعمر ۱۴ یا ۱۲ سال حدیث کا سماع کیا۔ چند ائمہ مشاہیر اور اجلہ محدثین جن سے آپؒ نے کسب فیض کیا ان کے نام یہ ہیں:

امام احمد ابن حنبلؒ، اسحق ابن راہویہؒ، قتیبہ ابن سعیدؒ، عبداللہ ابن مسلمہؒ، یحییٰ ابن یحییٰؒ، سعید ابن منصورؒ، عبید اللہ

ابوزرعہ رازیؒ وغیرھم۔ نیز امام مسلمؒ نے امام بخاری اور شیوخ بخاری سے بھی استفادہ کیا۔

امام بخاریؒ سے عقیدت ومحبت:

ابتداء میں امام مسلمؒ امام بخاریؒ سے مانوس نہ تھے لیکن جب امام بخاریؒ آخری عمر میں نیشاپور پہنچے اور امام مسلمؒ نے ان کی محیر العقول معرفت حدیث اپنی آنکھوں سے ملاحظہ کی تو آپؒ بخاریؒ کی عقیدت اور جذبات محبت سے لبریز ہوگئے۔ خلق قرآن کے مسئلہ پر محمد ابن یحییٰ ذھلیؒ اور امام بخاریؒ کا اختلاف جب حد سے بڑھ گیا حتیٰ کہ ذھلیؒ نے اعلان کر دیا کہ جو بخاری کا ہم خیال ہو وہ ہمارے درس میں شرکت نہ کرے۔ اس اعلان کے بعد اکثر لوگوں نے امام بخاریؒ سے کٹ کر تعلق چھوڑ دیا لیکن امام مسلمؒ ذھلیؒ کی مجلس سے فوراً اٹھ کھڑے ہوئے بلکہ امام مسلمؒ نے ایک خادم کے ہاتھ ذھلیؒ کی تمام احادیث مکتوبہ واپس کر دیں اور امام بخاریؒ کا ایسا ملازمہ اختیار کیا جس کی نظیر نہیں ملتی۔

امام مسلمؒ کے کمال اتقاء میں منقول ہے کہ آپؒ نے اپنی پوری عمر میں کسی کی غیبت نہیں کی نہ کسی کو مارا پیٹا، اور نہ کسی کو برا بھلا کہا۔ امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ کے شیخ محمد ابن بشار کا قول ہے کہ دنیا کے حفاظ حدیث چار ہیں ابوذرعہ ری میں، مسلم ابن حجاج نیشاپور میں، عبداللہ ابن عبدالرحمٰن دارمی سمرقند میں، محمد ابن اسماعیل بخارا میں۔

اجلہ تلامذہ وتصانیف:

آپؒ کے اجلہ شاگردوں میں ابوحاتم رازی، احمد ابن مسلمہ، ابوبکر ابن حذیمہ، ابوعوانہ، الاسفرائنی، امام ترمذیؒ نے بھی امام مسلمؒ سے ایک حدیث ''کتاب الصوم'' میں روایت کی ہے۔

آپؒ کی تصانیف میں صحیح مسلم کے علاوہ کئی دوسری عظیم الشان تصانیف بھی شامل ہیں۔ جن میں چند ایک یہ ہیں۔

(۱) المسند الکبیر (۲) الجامع الکبیر علی ترتیب اسماء الرجال (۳) الجامع الکبیر علی ترتیب الابواب (۴) الاسماء والکنی (۵) کتاب العلل (۶) کتاب مشائخ مالک (۷) کتاب طبقات التابعین۔

وفات: آپؒ کی وفات ۲۶۱ھ میں اتوار کی شام ۲۴ رجب کو خراسان ہی میں ہوئی۔ اور وفات کا واقعہ بھی عجیب ہوا۔ جو آپ کی اشتغال بالحدیث کی عجیب مثال ہے۔

ایک مجلس میں آپؒ سے ایک حدیث پوچھی گئی اتفاقاً اس وقت وہ حدیث مستحضر نہ تھی آپؒ اپنے مکان پر تشریف لائے اور کتابوں میں اسے تلاش کرنے لگے اسی اثناء میں کھجوروں کا ٹوکرہ آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا آپؒ حدیث بھی تلاش کرتے رہے اور ساتھ ساتھ ایک ایک کھجور بھی کھاتے گئے۔ پوری رات اسی انہماک میں گزر گئی صبح ہوئی تو کھجور ختم ہو چکی تھی اور وہ حدیث بھی مل گئی۔ اور بقول بعض علماء یہی کھجوروں کی کثرت خورد آپؒ کی وفات کا سبب بنی۔ ابوحاتم رازیؒ نے امام مسلمؒ کو بعد از وفات خواب میں دیکھا تو حال پوچھا۔ امام مسلمؒ نے جواب میں فرمایا ان اللہ تعالیٰ اباح لی الجنة اتبوٴ منها حیث اشاء۔

ابو علی زاغونی کو ایک ثقہ شخص نے خواب میں دیکھا اور ان سے پوچھا کہ آپ کی نجات کس عمل سے ہوئی تو انہوں نے صحیح مسلم کے چند اجزاء کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ ان اجزاء کی برکت سے میری نجات ہوئی۔

امام مسلمؒ کی سیرت کا نقشہ ہمارے دماغی کمپیوٹر میں پے در پے فاتحہ پڑھتے ہوئے چل رہا تھا۔ اور بعض حالات جو اوپر درج کئے گئے ہیں ان کا تذکرہ حضرت مولانا سمیع الحق دامت برکاتہم اور مولانا شیر علی شاہ دامت برکاتہم نے فاتحہ کے بعد شیخ عطار کے مزار کے احاطہ میں حاضرین کے سامنے کیا۔

مسجد چوبی:

عطارؒ اور امام مسلمؒ کے فاتحے کے بعد ہمیں میزبان مسجد چوبی لے گئے یہ مسجد نیشاپور کے قریب ایک گاؤں میں دس کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ اس مقام پر پہنچ کر ایک بڑے گیٹ کے سامنے ہماری گاڑیاں رُک گئیں۔ اگرچہ گاڑیاں گیٹ کے اندر مسجد تک جاسکتی تھی تاہم زائرین کیلئے یہاں سے پیدل جانا پڑتا تھا۔ یہاں بھی انٹری کیلئے ٹکٹ لینے پڑے۔ یہ ایک بہت بڑا وسیع قطعہ تھا جس کے ارد گرد باڑ لگائی گئی تھی۔ گیٹ سے لے کر مسجد تک کا فاصلہ تقریباً پانچ سو گز کا تھا جہاں دونوں طرف سرو کے بلند و بالا درخت عجیب خوشنما و دلکش منظر پیش کر رہے تھے۔ مسجد چوبی دراصل لکڑی کی بنائی ہوئی عظیم شاہکار ہے۔ اس کے در و دیوار، چھت، برآمدے اور عمارت کے اوپر دو بلند و بالا مینار، غرض ہر قسم کی تعمیر کے لئے لکڑی استعمال کی گئی ہے۔ یہ ایک مقامی باشندے جو انجینیئر ہے اور آج کل امریکہ میں مقیم ہے نے بنوائی ہے۔ لوگ دور دور سے اسکے دیکھنے کیلئے آتے ہیں۔ اس مسجد میں سوڈیڑھ سو نمازی بیک وقت نماز پڑھ سکتے ہیں۔ دیواروں پر لکڑی کا حسین نقش ونگار اور دروازوں کے اوپر آیات کریمہ کے خوبصورت فریموں نے مسجد کے حسن کو چار چاند لگائے تھے۔ محراب کی طرف سے قبلہ رو دروازے کے سامنے گائیں اور بھینسوں کا ایک بڑا فارم نظر آرہا تھا۔ مشرق کی طرف مسجد کے صحن سے باہر ایک حوض تعمیر کیا گیا تھا جس کے بیچ میں ایک انسان نما مجسمہ نصب تھا جس کے گود میں مشکیزہ تھا جس سے پانی پھوٹ رہا تھا۔ ممکن ہے یہ اس انجینئر کا مجسمہ ہو جو اس مسجد اور زمین کا متولی و مالک ہے۔

یہاں جا بجا مختلف میوہ جات کے درخت بھی نظر آرہے تھے آدھ گھنٹے تک ہم یہاں کی خنکی اور عمدہ ماحول سے محظوظ ہوتے رہیں۔ پھر سب ساتھیوں نے وضوء بنایا۔

مشہد واپسی: اذانِ مغرب میں ابھی پندرہ بیس منٹ باقی تھے اس لیے ہمارا قافلہ واپس مشہد کی طرف روانہ ہوا۔ راستے میں ہی مغرب کا وقت ہو چلا تاہم شیخین کی رائے تھی کہ کچھ سفر طے کر کے آگے یا اپنی منزل مقصود پر پہنچ کر نماز پڑھی جائے۔ ساڑھے سات بجے کے قریب ہم ایک دیہاتی مسجد جو ہائی وے کے اوپر واقع تھی رُکے اور مولانا سمیع الحق کی امامت میں نماز مغرب اداء کی۔ مسجد سے نکلے تو دروازے پر وہ ٹکیاں نظر آئیں جو اہل تشیع نماز کے دوران سجدے کے لئے سامنے رکھتے ہیں۔

عجیب غلط فہمی: مولانا شیر علی شاہ نے اپنے ایک ساتھی مولانا غلام حیدر کا قصہ سنایا کہ ایک دفعہ وہ ایک قافلے کے ہمراہ بری راستے سے حج جارہے تھے ایران پہنچ کر یہاں کسی مسجد میں نماز کے لئے رُکے تو قافلے کے لوگوں نے مسجد کے دروازے کے قریب ان ٹکیوں کو دیکھ کر اسے استنجاء کے ڈھیلے سمجھ لیا بعض ساتھیوں نے اسے استنجاء کے لئے استعمال کرتے ہوئے کہا کہ ایران کے لوگ اتنے اچھے ہیں کہ استنجاء کے لئے بھی ڈھیلوں کو اس عمدگی سے تراشا ہے۔ کہتے ہیں اس دوران بعض اہل تشیع مسجد پہنچے تو یہ تماشہ دیکھ کر وہ بہت غصہ ہوئے اور جا کر مقامی آبادی کو مطلع کیا کہ یہاں غیر مسلم کافر آئے ہیں۔ ادھر جب مولانا غلام حیدر کو معلوم ہوا تو اس نے اپنے قافلے کے تمام ساتھیوں کو اکٹھا کر کے فوراً نکل بھاگنے کا کہا اور انہیں سمجھایا کہ آپ لوگوں نے ناسمجھی میں ان کے سجدے کی ٹکیوں کی توہین کی ہے۔ لہذا اب تمہاری خیر نہیں بھاگو۔ اور اس طرح وہ نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔

دارالعلوم تعلیم القرآن والسنۃ شورک: ابھی مشہد پہنچنے میں ساٹھ کلومیٹر باقی تھے راستے میں مولانا فاضلی نے دارالعلوم تعلیم القرآن والسنۃ شورک کی بناء کے بارے میں بتایا کہ اس کے قیام سے قبل اردگرد کے ایک سوتیس دیہاتوں میں کوئی ایک بھی عالم اور مولوی تک نہ تھا۔ جو لوگوں کو دین کی شد بد اور واقفیت دلاتا۔ انہوں نے بتایا کہ انقلاب سے قبل ان ایک سوتیس دیہاتوں میں سے بیس دیہاتوں کے لوگ شیعہ بن گئے کبھی کبھی یہاں افغانستان سے کوئی عالم یا مولوی آ کر مقامی لوگوں کو تھوڑا بہت دین کی باتیں سمجھا دیتا۔ اب اس مدرسے کے قیام کے بعد الحمدللہ یہاں کے ہر دیہات میں کوئی نہ کوئی عالم دین، قاری یا حافظ میسر ہے۔ اور اسطرح لوگوں کی دینی ضروریات پوری ہو رہی ہیں اور یہ سب کچھ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے اثرات و ثمرات اور برکات ہیں۔ جو شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے باقیات الصالحات ہیں۔ والباقیات الصالحات خیر عندربک ثوابا وخیرٌ املا۔ اس مدرسہ کی تاریخ تاسیس ۱۴۰۱ھ ہے۔ اس کے مختلف شعبہ جات میں درس نظامی، حفظ و تجوید، افتاء وارشاد، مکتبہ مدرسہ اور مسلمانوں کی دینی آگہی و بیداری کے لئے تین رسائل نداء القرآن والسنۃ، نغمۂ توحید، نداء حوزہ قابل ذکر ہیں۔

دو برس قبل کا دورۂ ایران: دو برس قبل مئی ۲۰۰۴ء کو حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ کی قیادت میں ایک وفد جس میں حضرت مولانا فضل الرحمٰن، شیخ الحدیث حضرت مولانا حسن جان مدظلہ، مولانا حسین احمد شرودی وزیر بلدیات بلوچستان اور ناچیز شامل تھے۔ حکومت ایران کے ایک ذیلی ادارے جو ایک وزارت کا درجہ رکھتی ہے "مجمع التقریب بین المذاہب الاسلامیہ" کی سرکاری دعوت پر ۱۷ ویں سالانہ عالمی کانفرنس میں شرکت کیلئے ایران کے دورے پر گیا تھا۔ اس کانفرنس میں جو تہران میں منعقد ہوئی عالم اسلام کے ۴۲ ملکوں کے مندوبین نے شرکت کی۔ اس دورے میں کانفرنس کے شرکاء کی ملاقاتیں ایران کے روحانی پیشوا و رہبر آیۃ اللہ خامنہ ای، ایرانی صدر خاتمی اور دیگر اعلیٰ حکومتی

،سیاسی اور مذہبی عہدیداروں سے کرائی گئی۔اس دورے کے ضمن میں پاکستان کا یہ وفد دارالعلوم حقانیہ کے فرزند فاضلی صاحب کے قائم کردہ مرکز علم (دارالعلوم تعلیم القرآن والسنۃ) کے معائنے اور ختم بخاری شریف کی تقریب میں شرکت کے لئے ۱۱ رمئی ۲۰۰۶ء کو مجمع التقریب کے جنرل سیکرٹری جلال الدین میر آقائی کے ہمراہ مشہد گیا تھا۔ یہ مدرسہ سرخس جانے والے مین ہائی وے پر واقع ہے۔جس سے مشہد اور اس کے گردونواح کے لاکھوں اہل سنت مستفید ہورہے ہیں۔اس مدرسہ میں حاضری سے قبل رات ہم مشہد کے فائیوسٹار ہوٹل ''ہما'' میں ٹھہرے تھے۔یہاں وزارت خارجہ کی طرف سے ہماری میزبانی کے لئے جناب عبدالرزاق صاحب' حسین زادہ صاحب' اور میرزئی صاحب متعین تھے۔ صبح دس بجے سے بارہ بجے تک امام رضا کمپلیکس ،مسجد گوہرشاد اور قدیم کتب خانہ دیکھنے میں مصروف رہے۔جن کا تفصیلی بیان ان شاء اللہ آگے آئے گا۔ڈھائی بجے دارالعلوم تعلیم القرآن پہنچے تو سینکڑوں طلباء،علماء،عوام اور بعض اہم حکومتی عہدیداروں نے گرمجوشی سے ہمارا استقبال کیا۔مدرسے کے بیرونی دروازے اور اندر مختلف احاطوں میں اس وفد کے خوشامدی اور استقبالیہ کلمات سے مزین بینرز آویزاں تھے۔

<u>ختم بخاری شریف کے موقع پر مولانا سمیع الحق کا اختتامی خطاب اور درس:</u> پرتکلف ظہرانے میں شرکت کے بعد ختم بخاری شریف کی تقریب سے مولانا سمیع الحق مدظلہ نے جو خطاب فرمایا اس کا تھوڑا سا حصہ بطور نمونہ پیش نظر ہے۔

حمد وثنا اور آخری حدیث کے سرد کے بعد فرمایا: ''میرے انتہائی محترم ومعزز علمائے کرام ،مشائخ عظام، اکابر ملت اور غیور مسلمان بھائیو! ہم مولانا ابراہیم فاضلی حقانی کے انتہائی شکرگزار ہیں جن کی اخلاص ودعوت کی وجہ سے آج ہمیں ان بلاد مقدسہ میں اللہ تعالیٰ نے حاضری کی توفیق عطا فرمائی۔مولانا فاضلی کا تعلق ہمارے ساتھ بہت عرصے سے ہے۔جس ادارے میں یہ پڑھے ہیں یعنی دارالعلوم حقانیہ اور یہ ادارہ دارالعلوم تعلیم القرآن والسنۃ ان دونوں کو ہم ایک ہی سمجھتے ہیں۔گویا یہ اس کی شاخ ہے۔اللہ تعالیٰ نے آج ہماری دیرینہ آرزو پوری فرمائی کہ میں اور مولانا فضل الرحمٰن ودیگر اکابرین دیرینہ حسرت وخواہش کے بعد یہاں پہنچے۔

میں نے آپ کے سامنے امام بخاریؒ کی کتاب کی آخری حدیث سنائی۔

<u>علوم دینیہ کا عظیم ذخیرہ اور خراسان کی اہمیت:</u> ہم تک احادیث کی شکل میں ،فقہ کی شکل میں، حکمت وطب کی شکل میں اور اسلامی علوم کی شکل میں جتنا بھی ذخیرہ پہنچا ہے وہ زیادہ تر آپ کے ان مقدس بلاد بالخصوص خراسان کا مرہون منت ہے۔گویا عرب وعجم پوری امت مسلمہ اس علاقے کی احسان مند ہے۔یہاں حجۃ الاسلام امام غزالیؒ ،شمس الائمہ سرخسیؒ ،عطار، حافظ، سعدی اور دیگر محدثین علماء سلف وعارفین وصوفیائے عظام کا ایک طویل سلسلہ ہے جن کی بدولت ہم اسلام کے نور سے اور اسلام کے برکات واثرات سے مستفید ہورہے ہیں۔اس مبارک سرزمین خراسان اور اس کے اطراف میں اسلاف کی میراث کو محفوظ رکھنے اور پھیلانے کے لئے ان مدارس دینیہ کے سلسلے کی

بڑی اہمیت ہے۔ اگر یہ نہ ہوتے تو پھر آج اس علاقے کی حالت بھی تاشقند وسمرقند سے مختلف نہ ہوتی۔ بخارا، تاشقند وسمرقند جو امام بخاریؒ اور ترمذیؒ کے شہر اور علوم کے خزانے و مراکز تھے آج وہ علوم سے بالکل خالی ہو چکے ہیں۔ اس کے باشندوں کو یہ تک پتہ نہیں کہ ہمارے اکابر کون تھے۔ وہ اپنے آباؤ اجداد کی میراث کی حفاظت نہ کر سکے۔ اسلیے آج ظلمت وتاریکی میں ڈوبے ہیں۔

<u>دین کی حفاظت اور عالم کفر کی صف آرائی:</u> یہاں الحمدللہ وہ صورت حال پیدا نہیں ہوئی ان حوزات علمیہ اور مدارس کے ذریعے اسلاف واکابر کے میراث (علم دین) کی حفاظت ہو رہی ہے۔

پوری ملت کفر اس وقت آپ کے ان مدارس اور اس کی تعلیم وتعلم کی اہمیت سمجھ چکی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ آج اس کے خلاف صف آراء وصف بستہ ہوئے ہیں۔ ان کا نشانہ یہ تمام مدارس اور حوزات علمیہ ہیں جہاں دین کی تعلیم دلائی جاتی ہے۔ چاہے وہ پاکستان میں ہو سعودی عرب میں ہو ایران میں ہو، وہ انہیں ختم کرنے کے درپے ہیں۔ ان کو پتہ ہے کہ جب تک ان مدارس کو ختم نہیں کرتے تو عالم کفر کا غلبہ ممکن نہیں۔ اس صورت حال میں ہمیں اپنے فروعی اختلافات ومعاملات وغیرہ کو ثانوی حیثیت دے کر مل کر ان مدارس دینیہ اور دینی علوم کی تعلیم وترویج، نوجوانوں میں اس کی نشرواشاعت کی طرف توجہ دینی ہوگی۔ یہ آپ ہم سب کا مشترکہ فریضہ ہے اور مشترکات پر سب کو متفق ہونا چاہیے۔

ہماری بڑی خواہش تھی کہ آپ کے ان علاقوں میں کچھ وقت گزارتے یہ ہماری زندگی کے حاصل ساعات ولمحات ہیں ان بلاد و دیار کا ذکر ہم نے کتابوں میں سنا اور بدء شعور سے اس کے دیکھنے کا خواب دیکھ رہے تھے۔ علامہ سرخسیؒ، امام غزالیؒ، امام رضاؒ اور وہ تمام محدثین ومفسرین وآئمہ جن کے نام پڑھتے پڑھاتے اور سنتے سناتے آئے ہیں وہ ان ہی علاقوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ کاش کہ ہمارے پاس وقت ہوتا تو ہم تربت جام، تیباد اور خاف جاتے جہاں علماء کرام اخلاص ومحبت سے ہمارے منتظر ہیں۔ ان علاقوں سے جو علماء یہاں تشریف لائے ہیں ہم ان کے ممنون ومشکور ہیں۔ افسوس کہ ہماری مجبوری ہے کہ رات کی فلائٹ سے تہران پہنچنا ہے اور صبح وہاں سے اپنے بلاد کی طرف کوچ کرنا ہے۔

میں، مولانا فضل الرحمٰن، شیخ الحدیث مولانا حسن جان، مولانا حسین احمد شرودی کوئٹہ اور میرے عزیز مولانا حافظ عرفان الحق ہم سب تمام مہمان آپ کی اخلاص ومحبت کے دل وجاں سے شکریہ ادا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو جزائے خیر سے نوازے۔ یہ حدیث جس پر امام بخاریؒ نے اپنی کتاب کا اختتام فرمایا آپ سب اس کے ثواب میں شریک ہوئے۔

<u>بخاری شریف کی جامعیت اور منقبت:</u> اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ اعمال تولے جائیں گے اور وزن اعمال حق ہے۔ کتاب کی ابتداء میں امام بخاریؒ نے تصحیح نیت کا بیان کیا ہے کہ انما الاعمال بالنیات، دوسرے نمبر پر وحی کا ذکر کیا باب بدء الوحی۔ امام بخاریؒ نے انفرادی واجتماعی زندگی کا پورا نظام ہمارے سامنے رکھ دیا۔ اعمال کا،

سیاست کا، معیشت کا، تجارت کا، معاشرت کا، اخلاق کا، عقائد کا، عبادات کا، نکاح وطلاق کا غرض پوری اسلامی طرز زندگی کے ہر شعبے کو یہ کتاب بخاری شریف حاوی ہے۔

اس ترتیب امام بخاریؒ کا مقصد یہ ہے کہ پہلے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے نیت کی تصحیح کرو اس لئے کہ دار ومدار قبولیت نیت پر ہے۔ پھر زندگی وحی کی روشنی میں گزارو۔ سوشلزم، کمیونزم، کیپیٹل ازم غرض دنیا کا کوئی نظام اور فلسفہ بھی اللہ کے نزدیک مقبول نہیں۔ وہی نظام مقبول ہے جو وحی سے مستنیر اور مستفاد ہو۔ اور جو اس طریقے سے اعمال انجام دیگا تو وہ اللہ کے ہاں قدر مند ہوگا۔ اور اسکے اعمال وزنی ہونگے۔ فامامن ثقلت موازینه فهو في عيشة راضية واما من خفت موازينه فامه هاوية۔ جس کے اعمال وزنی ٹھہریں گے وہ جنت جائے گا۔

اس کے بعد آخری روایت کا ترجمہ پیش کیا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس ختم بخاری کو مقبول فرمائے اور اسے آفات وبلیات ومشکلات اور مصائب کے دفعہ کا سبب ٹھہرائے۔ آمین

علماء، محدثین اور ائمہ نے بخاری شریف کے ختم پر تجربات کئے ہیں کہ جب بھی امت پر کوئی مشکل وقت اور گھڑی آئی تو اللہ تعالیٰ نے اس کی بدولت اس مشکل سے نجات دی۔ شیخ جمال الدین جو شیخ اثیر الدین کے استاد ہیں وہ کہتا ہے کہ میں نے ایک سو بیس دفعہ اس پر تجربہ کیا کہ امت پر بڑے امتحان آئے بحران آئے طاعون آیا وباء آئی تو ختم بخاری شریف میں جو دعائیں ہوئیں تو اللہ تعالیٰ نے قبول کرلیں۔ اور وہ آفت ومصیبت ٹل گئی۔ آج ملت اسلامیہ اور ہم سب زخمی زخمی ہیں عالم اسلام انتہائی مشکلات میں ہے۔ اسلامی ممالک مشکلات کے گرداب میں ہیں۔ دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ نبی کریم ﷺ کے کلام کی برکت اور ان کے صحابہ کے طفیل ہمیں ان مشکلات سے نجات عطا فرمائے۔ میری یہ بھی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں دوبارہ فرصت وموقع دے کہ آپ سے تفصیلی ملاقاتیں ہوسکے۔ آمین

مولانا صاحب نے اپنی تقریر کا اختتام اس شعر پر کیا

”باں گروہ کہ از ساغر وفا ہستند　　سلام ما برسانید ہر کجا ہستند“

درس کے اختتام پر حضرت مولانا فضل الرحمٰن نے مدلل خطاب کیا۔ اور حضرت مولانا حسن جان صاحب نے اختتامی دعا فرمائی۔

بیویوں کی اپنے شوہروں کے حق میں بداعتقادی: یہ تو ضمناً پچھلے سفر کا کچھ ذکر تھا دوران سفر یہ بات بھی موضوع سخن رہی کہ بیوی کبھی بھی اپنے شوہر سے متاثر نہیں ہوتی چاہے اس کا شوہر کتنا بھی بڑا ولی متقی اور پارسا کیوں نہ ہو۔ مولانا فاضلی نے ابوالحسن خرقانیؒ کا واقعہ سنایا کہ ایک دفعہ بوعلی سینا اس کی ملاقات کے لئے آئے وہ اس کی رہائش گاہ پہنچے تو وہ کسی ضرورت کے لئے گھر سے باہر گئے تھے اس کی بیوی سے اس کے بارے میں پوچھا تو بیوی نے بوعلی سینا کو کہا کہ تم اتنے بڑے حکیم اور دانا ہوکر ایک بے علم اور بے کار جادوگر سے ملنے آیا ہے۔ وہ لکڑیاں کاٹنے کے لئے جنگل

گیا ہے۔ بوعلی سینا اس جنگل کی طرف گئے وہاں اس نے یہ عجیب منظر دیکھا کہ ابوالحسن خرقانیؒ ایک نر شیر پر سوار ہیں۔ بوعلی سینا نے متعجبانہ انداز سے پوچھا کہ یہ شیر کس طرح آپ کا تابع بن گیا ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ اس مادہ شیر جو گھر میں ہے (بیوی کی طرف اشارہ ہے) کہ پالنے کے عوض مجھے یہ صلہ ملا ہے۔

میں نے عرض کیا کہ اسی طرح کا ایک واقعہ یوں بھی مشہور ہے کہ ایک نہایت متقی اور پاکباز شوہر تھا اس کی بیوی کسی بھی صورت اس کی بڑھائی کو ماننے کیلئے تیار نہیں تھی۔ ایک دن وہ گھر میں موجود نہ تھا اس دوران فضاء میں دیکھا کہ ایک شخص اڑ رہا ہے۔ تو اس عورت نے اسے دیکھ کر دل میں کہا کہ یہ بہت بڑا پہنچا معلوم ہوتا ہے اسلئے اس کمال پر فائز ہے۔ جب شوہر گھر واپس آیا تو بیوی نے فضاء میں اُڑنے والے شخص کے متعلق بتایا کہ تم کیا ہو؟ وہ بہت بڑا آدمی معلوم ہوتا ہے۔ شوہر نے کہا کہ وہ میں ہی تو تھا اب بیوی نے تیور بدلے اور کہا کہ اسی لیے ٹیڑھے ٹیڑھے اور ڈگمگاتے ہوئے اڑ رہے تھے۔ یعنی ابھی تک تو وہ اس شخص سے متاثر تھی لیکن جب یہ پتہ چلا کہ شوہر ہے تو فوراً تاثر بدل گیا۔

مولانا شیر علی شاہ صاحب نے فرمایا کہ حضرت حسن بصریؒ کی بیوی سے اس کے شاگردوں نے پوچھا کہ کیف وجدت الحسن البصری؟ تو اس پر وہ خوب روئی فبکت بکاءً شدیداً۔ وقالت تسئلونی عن الحسن البصری رایته فتح المصحف فاذا عیناه تذرفان الدموع وشفتاه لا تتحرکان۔ یعنی حسن بصریؒ کی بیوی اس کے کمال مرتبت کی قائل تھی۔ اس پر میں نے کہا کہ

نہ ہر مرد مرد است نہ ہر زن زن است خدا پنج انگشت یکساں نہ کرد است

رات پونے نو بجے ہم مشہد مولانا فاضلی کے مکان پر پہنچے۔ اگرچہ کھانے کی گنجائش تو نہ تھی لیکن فاضلی صاحب کے اسرار سے رسم پورا کی حسب عادت انہوں نے کافی تکلف سے کام لیا تھا۔ اس دوران جب کھانا لگ رہا تھا میں نے مولانا فاضلی کے مہمان خانے میں ان کے کتب خانے میں ہاتھ مارنا شروع کیا۔ انہوں نے عرب وعجم کے بڑے بڑے محققین علماء اور مصنفین کی بہترین اور نایاب کتابیں اپنے ذاتی کتب خانے میں جمع کر رکھی تھیں۔ ورق گردانی کے لئے میں نے چند کتابیں اٹھائیں جن کے نام یہ ہیں: مالایسع المسلم جھلہ (مصنفہ دکتور عبداللہ المصلح ودکتور صلاح الصاوی) المرأة المسلمہ بین الشریعة الاسلامیة والاضالیل الغربیة (مصنفہ فدی عبدالرزاق القصیر) الاسلام حضارة الغد (مصنفہ الدکتور یوسف القرضاوی)

امام غزالیؒ کے مزار پر: عظیم فلسفی متکلم اسلام اور مجدد امام غزالیؒ کے مزار پر اس دفعہ تو حاضری کا موقع تو نہ ملا تاہم دو سال قبل کے سفر میں جس کا ذکر ضمناً آچکا ہے 11 مئی 2004ء کو بعد العصر حاضری کی سعادت نصیب ہوئی۔ اس سفر میں بھی عم محترم مولانا سمیع الحق صاحب کے ہمراہ ناچیز کو بہت کچھ سیکھنے اور دیکھنے کا موقع ملا۔

امام غزالیؒ کا مرقد مشہد سے بیس میل جانب شمال طوس کے مقام پر ہے۔ طوس آج کل ایک معمولی قصبہ ہے۔

کسی زمانہ میں یہ ملک خراسان کا صدر مقام اور علم وفضل کا عظیم مرکز تھا۔ یہ علاقہ نہایت سرسبز وشاداب ہے۔ لوگ یہاں پکنک منانے کے لئے آتے ہیں۔ امام غزالیؒ کا مزار جس عمارت کے اندر بتایا گیا اس کے اردگرد لوہے کا جنگلہ لگایا گیا تھا۔ جس کے اندر باغیچہ اور باغیچہ کے سامنے وہ سرخی مائل خاکی ہندوستان کی مغلیہ طرز تعمیر کی بلندوبالا محراب نما عمارت ہے جس کے اندر دنیائے اسلام کا عظیم سپوت محوِ خواب ہے۔ معلوم نہیں کہ یہاں اندر جانے کی اجازت کیوں نہیں؟ میں نے ہر طرف سے اس احاطے کا چکر لگایا تو ہر طرف دروازوں پر تالے نظر آئے۔ بہرحال حضرت مولانا سمیع الحق، ناچیز اور مولانا محمد ابراہیم فاضلی نے بامر مجبوری باہر ہی سے فاتحہ پڑھی اور دیر تک امام غزالیؒ کی عظمت اور مقام ومرتبہ میں دل ودماغ گم سم رہا۔ یہاں پر جو وجدانی کیفیات تھی اس کا اظہار قلم سے ممکن نہیں۔

پیدائش وتعلیم: امام غزالی کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں آپ طوس کے علاقے میں 450ھ میں طاہران میں پیدا ہوئے۔ امام غزالیؒ نے اپنے وطن میں شیخ احمد لرازکانی سے فقہ شافعی کی تعلیم حاصل کی پھر جرجان میں امام ابونصر اسماعیلی سے پڑھا۔ اسکے بعد نیشاپور جا کر امام الحرمین کے درس میں شامل ہوئے تھوڑی ہی مدت میں اپنے رفقاء میں ممتاز ہوگئے۔ اور اپنے استاذ کے نائب بن گئے۔ امام الحرمین ان کی تعریف میں فرماتے تھے کہ غزالی بحر ذخار ہیں۔

اپنے استاذ کی وفات پر جب نیشاپور سے ۲۸ برس کی عمر میں نکلے تو بڑے بڑے کبیر السن علماء سے زیادہ ممتاز اور باکمال سمجھے جاتے تھے۔

مدرسہ نظامیہ کی صدارت اور رد باطنیت: اس کے بعد نظام الملک کے دربار میں پہنچے تو وہاں اپنی قابلیت اور شہرت کی بنیاد پر بڑے عزت واکرام سے نوازے گئے۔ چونکہ اس زمانے میں درباروں میں مختلف مواقع پر علمی مباحث اور دینی مناظرے ہونے کا رواج تھا امام غزالیؒ بھی ان مباحث اور مناظروں میں شریک ہوتے اور اپنے اقران پر غالب رہتے تھے۔ ان کی نمایاں قابلیت کو دیکھ کر نظام الملک نے مدرسہ نظامیہ کی صدارت کے لئے انتخاب کیا۔ ایک عالم کیلئے یہ سب سے بڑا اعزاز اور منتہائے ترقی تھا۔

نظامیہ میں درس شروع کرنے کے بعد تھوڑے ہی دن میں ان کے درس، حسن تقریر اور تبحر علمی کی بغداد میں دھوم مچ گئی۔ ان کا درس مرکز خلائق بن گئی۔ جس میں منتہی طلباء، امراء اور رؤسا شرکت کرتے تھے۔ رفتہ رفتہ اپنی دماغی اور علمی فضیلت کی بنیاد پر ایسا رسوخ پیدا کیا کہ ارکان سلطنت کے ہم سر بن گئے۔ بقول ایک معاصر کے ان کے جاہ وجلال کے سامنے بارگاہ خلافت کی شان وشوکت بھی ماند پڑ گئی۔ اس زمانے میں امام غزالیؒ نے مستظہری کے نام پر باطنیہ کی رد میں ایک کتاب بھی لکھی۔ اس کتاب کے علاوہ اس موضوع پر ان کی تین کتابیں اور بھی ہیں (۱) حجۃ الحق (۲) مفصل الخلاف (۳) قاصم الباطنیۃ۔ باطنیت کے رد کے لئے اہل سنت کے حلقے میں درحقیقت ان سے زیادہ مضبوط اور موزوں آدمی ملنا مشکل تھا۔.................(جاری ہے)